وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِي لِاَجَلٍ مُّسَمًّى

اور اس نے شمس و قمر کو کام میں لگایا ہر ایک ایک ٹھہرائی میعاد کیلئے چلتا ہے

چاند پر پہنچنے کے بارے میں شرعی فتویٰ

موسوم بہ

صحیح النظر فی صعود القمر

تحریر کردہ

سید العلماء حضرت مولانا شاہ سید غلام جیلانی صاحب صدر المدرسین

مدرسہ اسلامی عربی اندرکوٹ میرٹھ

جس کو کتب خانہ سمنانی اندرکوٹ میرٹھ نے

اردو پریس دھلی میں چھپوایا

بار دوم ایک ہزار — مطبوعہ اگست سنہ ١٩٧٧ء — قیمت ۵ر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

(۱) یہ خبر کہ امریکن چاند پر پہونچ گئے شرعاً کیا حکم رکھتی ہے۔

(۲) جس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ زمین سے پہلے آسمان تک پانچ سو برس کا راستہ ہے کیا وہ ضعیف ہے۔ اور کونسی کتاب میں ہے۔

(۳) ساتوں آسمان کس چیز کے ہیں۔ مع حوالہ کتب بیان فرمایا جائے۔

(المستفتی)

حسن رضا خاں تاجی رقائم پوربا
پوسٹ جائس ضلع رائے بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلے علیٰ رسولہ الکریم

جواب سوال اوّل

یہ خبر ایسی ہی ہے جیسے زمانہ گذشتہ میں ایک اخبار نے یہ خبر شائع کی تھی کہ لندن میں ایک کتے نے انٹرلنس پاس کیا ہے۔ بلکہ اس سے بدتر کہ وہ مذہب اسلام کے خلاف نہ تھی۔ اور یہ حدیث کے مخالف۔ احکام مجتہدین کے مخالف۔ ارشادات علمائے کرام کے مخالف جن پر مذہبی امور میں اعتماد کیا جاتا ہے۔ تفصیل سنئے۔

قرآن کریم کی تصریح کے مطابق چاند آسمان کے اندر ہے۔ سورۂ فرقان میں ارشاد ہوا۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا۔

(ترجمہ) برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان میں چراغ (آفتاب) رکھا اور چمکتا چاند۔

سورۂ نوح شریف میں ارشاد فرمایا

اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا

(ترجمہ) کیا تم نہیں دیکھتے اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک اور ان میں چاند کو روشن کیا۔ اور سورج کو چراغ۔

ان دونوں آیات سے ثابت ہوا کہ چاند اور سورج دونوں آسمان میں ہیں اور دوسری آیت کریمہ سے یہ بھی متعین ہو گیا۔ کہ پہلی آیت کریمہ (السَّمَآء) سے مراد فضاء نہیں جو دنیا سے نیچے ہے کیونکہ طبقات کے ساتھ آسمان موصوف ہیں فضائے زیرین موصوف نہیں نظریں یہ قول باطل ٹھہرا کہ شمس و قمر اس فضائے زیرین میں ہیں اور شمسی و قمری نظام اسی فضا میں قائم ہے اور باطل کیسے نہ ہو گا جب کہ نص قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ کے منافی ہے البتہ ان دونوں آیت کریمہ سے شمس و قمر کے مقامات کی تعیین مفہوم نہیں ہوتی کہ شمس کس آسمان میں ہے اور قمر کس آسمان میں۔ اسی واسطے علمائے شریعت شمس کے بارے میں مختلف ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ چوتھے آسمان میں ہے اور بعض نے فرمایا کہ پانچویں میں اور بعض نے فرمایا کہ موسم سرما میں چوتھے آسمان میں رہتا ہے اور موسم گرما میں ساتویں آسمان میں اور چاند کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ سب کے سب متفق ہیں کہ وہ پہلے آسمان میں ہے چنانچہ عارف باللہ علامہ شیخ احمد صاوی قدس سرہٗ تفسیر جلالین کے حاشیہ جلد چہارم صفحہ ۲۱۳ میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان القمر فی سماء الدنیا اتفاقاً واختلف فی الشمس فقیل فی السماء الرابعة وقیل فی الخامسة وقیل فی الشتاء فی الرابعة وفی الصیف فی السابعة اھ

(**ترجمہ**) جان لو کہ چاند بالاتفاق پہلے آسمان میں ہے اور سورج کے متعلق اختلاف ہوا تو بعض نے فرمایا کہ چوتھے آسمان میں ہے اور بعض نے فرمایا کہ پانچویں میں اور بعض نے فرمایا کہ سردی میں چوتھے آسمان میں اور گرمی میں ساتویں آسمان میں **الغرض** یہ بات بدیہی ہے جس میں کسی عاقل کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ کہ جو چیز کسی مکان میں ہو تو اس مکان میں داخل ہو کر ہی اس چیز تک پہنچ سکتے ہیں۔ بغیر دخول اُس چیز تک رسائی ممکن نہیں۔ پس چاند جب آسمان میں ہے تو آسمان میں پہونچکر ہی اُس تک رسائی ہو سکتی ہے۔ آسمان پر پہونچنے سے پیشتر چاند پر پہونچنا ممکن نہیں اور آسمان پر آدمی کا پہونچنا محال عادی ہے۔ اور محال عادی اس کو کہتے ہیں جس کا حصول ظاہری اسباب سے نہ ہو سکے محال عادی ہونے کی تصریح **فقہائے** کرام نے فرمائی چنانچہ **ھدایہ کتاب الایمان** میں ہے۔

ومن حلف لیصعدن السماء او لیقلبن الحجر ذھبا انعقدت یمینه وحنث عقیبها وقال زفر لا تنعقد لانه مستحیل عادۃ فاشبه المستحیل حقیقة فلا ینعقد۔ ولنا ان البر متصور حقیقة لان الصعود الی السماء ممکن حقیقة الا تری ان الملئکة یصعدون السماء وکذا تحول الحجر ذھبا بتحویل الله تعالیٰ واذا کان متصورا ینعقد الیمین موجبا لخلفه ثم یحنث بحکم العجز الثابت عادۃ اھ

اور جس نے قسم کھائی کہ آسمان پر چڑھیگا یا پتھر کو سونا کر دیگا اسکی قسم منعقد ہو جائے گی۔ اور قسم کھانیکے بعد فوراً حانث ہو جائیگا (یعنی قسم ٹوٹ جائیگی) اور امام زفر نے فرمایا کہ قسم منعقد ہی نہوگی کیونکہ آسمان پر چڑھنا محال عادی ہے تو یہ حقیقی محال کے (عدم تحقق میں) مشابہ ہوا لہٰذا قسم ہی منعقد نہوگی۔ اور ہماری (یعنی ائمہ ثلاثہ امام اعظم امام محمد امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کی) دلیل (قسم کے منعقد ہو جانے پر) یہ ہے کہ قسم کا پورا ہو جانا حقیقۃً متصور ہے کیونکہ آسمان پر چڑھنا ممکن بالذات ہے کیا یہ علم نہیں کہ فرشتے آسمان پر چڑھتے ہیں اور اسی طرح پتھر کا سونا ہو جانا اللہ تعالیٰ کے کر دینے سے اور جب قسم کا پورا ہو جانا متصور ہوا قسم منعقد ہو کر کفارہ کے لئے موجب ہو جائیگی۔ پھر بعد انعقاد قسم کھانیوالا حانث ہو جائے گا (یعنی اسکی قسم ٹوٹ جائے گی) باین حکم کہ آسمان پر چڑھنے سے عادۃً عاجز ہے۔

اور یہ عجز دائمی ہے کہ اس کے زوال کی توقع نہیں۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے ۔ لِلعجزِ الثابت
عَادۃً فَلَا یُرجیٰ زوالُہٗ اھ
مخفی نہ رہے کہ امام زفر اور ائمہ ثلاثہ کا اختلاف قسم کے انعقاد اور عدم انعقاد میں ہے کہ امام
زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نزدیک منعقد نہ ہوگی حتی کہ بعد قسم حانث ہوکر کفارہ لازم آئے
بخلاف ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ان کے نزدیک منعقد ہو جائے گی۔ اور بعد
قسم حانث ہوکر کفارہ لازم آئے گا۔ صعود سماء کے محال عادی ہونے میں اختلاف نہیں۔
وہ تو ہر دو فریق کے نزدیک محال عادی ہے جیسے کہ ھدایہ کی عبارت کے ترجمہ سے
ظاہر ہو رہا ہے ہم نے یہ بات اس لئے بیان کردی کہ ناظرین غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔
بلکہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ آسمان پر چڑھنا بشری طاقت میں نہیں۔ وہ اس
سے قاصر ہے چنانچہ علامہ شیخ سلیمان جمل قدس سرہٗ اپنے حاشیہ جلالین فتوحات الٰہیہ
جلد دوم صفحہ ۳۷ زیر آیت کریمہ (فلا اقول لکم انی ملک) فرماتے ہیں۔

حتی تکلفونی من الامور الخارقة للعادة مالا یطیقه البشی کالرقی الی السماء

یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار سے فرمایا کہ تم سے یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں حتیٰ کہ خوارق عادات میں سے ایسی دشوار چیز پر مجھکو مامور کرو جسکی بشر میں قدرت طاقت نہیں جیسے آسمان پر چڑھنا

اقول۔ یہاں پر ایک سوال ہوگا اس کا جواب بھی سُنتے چلیئے۔ سوال :۔ یہ ہے کہ جب آسمان پر جانے سے بشری طاقت عاجز ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر کیسے تشریف لے گئے حالانکہ وہ بھی بشر ہیں۔ اور ابھی تک وہیں جلوہ افروز۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان دوم پر اور حضرت ادریس علیہ السلام آسمان چہارم پر کما فی روح البیان جلد پنجم صفحہ ۳۴۲ اور سید انبیاء حبیب کبریا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ وآلہ التحیۃ والثناء بھی شب معراج آسمان پر تشریف لے گئے۔ بلکہ تمام آسمانوں کو طے کر کے عرش پر پہونچے جسکو مجدد مائۃ حاضرہ۔ امام اہلسنت اعلیحضرت بریلوی قدس سرہٗ القوی نے اپنے پیارے الفاظ میں بطرز قند مکرر یوں فرمایا۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں
سر عرش پر ہے تری گذر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کی آسمان پر تشریف بری بذریعہ طاقت بشری نہ تھی بلکہ بذریعہ طاقت الٰہی۔ اسی واسطے قرآن کریم کی سورۂ نساء شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا۔ (وما قتلوہ یقینًا بل رفعہ اللہ الیہ)۔ یعنی یہودیوں نے اُن کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا یعنی آسمان پر

اور حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق سورۂ مریم شریف میں ارشاد فرمایا۔

(ورفعناہ مکانًا علیًّا) اور ہم نے اُن کو بلند مکان پر اٹھا لیا یعنی آسمان پر

ان دونوں آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمان پر جانے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب منسوب فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ یہ جانا الٰہی طاقت سے تھا اور سید الانبیاء حبیب کبریا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی آسمان پر تشریف لے گئے۔ جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جنتی براق لے کر حاضر ہوئے اور اس پر آپ کو سوار کر کے خود رکاب پکڑی اور میکائیل علیہ السلام نے لگام اور اس شان و شوکت سے روانہ ہوئے کہ

تجلی حق کا سہرا سر پہ صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کو واسطے تھے

یہ جانا بھی بطاقتِ الٰہی تھا کہ براق اسبابِ ظاہری سے نہیں۔

بلکہ آسمان پر جانا ملائکہ کے اوصاف سے ہے چنانچہ علامہ عارف باللہ شیخ احمد صاوی مالکی قدس سرّہ القوی اپنے حاشیہ جلالین جلد دوم صفحہ ۱۵ میں اسی پہلی آیت کریمہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں۔ (ای حتیٰ تکلفونی بصفات الملائکۃ کالصعود للسماء وعدم المشی فی الاسواق وعدم الاکل والشرب) یعنی کفار کو مخاطب کرکے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں حتیٰ کہ تم مجھ سے ایسی دشوار چیزیں طلب کرو جو ملائکہ کی صفات سے ہیں جیسے آسمان پر چڑھنا بازاروں میں چلنا نہ کھانا پینا۔

چونکہ آسمان پر جانا صفاتِ ملائکہ سے ہے۔ بشری طاقت اس سے عاجز کہ اس کے حق میں محال عادی ہے لہٰذا اگر کوئی آدمی دنیوی حیات میں بحالتِ بیداری آسمان پر جانیکا دعوی کرے تو اس کا دعوی غلط قرار پائیگا۔ بلکہ امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے ایسے شخص کی تکفیر فرمائی جو دنیوی حیات میں بحالت بیداری صعود سماء دخولِ جنت۔ معانقہ حوران بہشت کا مدعی ہو مگر ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح شفا جلد چہارم صفحہ ۵۰۸ میں فرماتے ہیں۔

فیہ ان ھذا کلہ یقتضی الکذب کلہم لا الکفر کما لا یخفی۔ یعنی یہ تینوں دعوی کفر تو نہیں مگر جھوٹے ضرور ہیں۔

الحاصل جب ان تصریحات کے پیش نظر واضح ہو گیا کہ آسمان پر جانے سے بشری طاقت عاجز ہے اور بدون صعود سماء، چاند پر رسائی ممکن نہیں تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا کہ بشری طاقت چاند پر پہونچنے سے بھی عاجز ہے اور امریکی خبریں سراپا غلط ہیں۔ قابلِ قبول درکنار قابل التفات بھی نہیں۔ ورنہ مجتہدین عظام کے مذکورہ بالا احکام کی تغلیظ اور علمائے کرام کے مسطورہ بالا ارشادات کی تکذیب لازم آئے گی۔ اور امریکہ وغیرہ دشمنانِ اسلام کا مقصد بھی یہی ہے کہ اسلامی احکام اور اسلامی احکام بیان فرمانے والے مجتہدین عظام اور علمائے کرام سے مسلمانوں کا اعتماد اٹھا کر اون کو مذہب اسلام سے منحرف کرکے اپنی طرح کافر بنالیا جائے۔ جس پر قرآن کریم صدیوں پیشتر آگاہ کر چکا چنانچہ سورۂ آل عمران میں فرمایا۔

(یا ایھا الذین اٰمنوا ان تطیعوا فریقا من الذین اوتوا الکتٰب یردوکم بعد ایمانکم کافرین) (ترجمہ) اے ایمان والو اگر تم کچھ کتابیوں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر کر چھوڑیں گے۔

اِس آیت کریمہ کی شان نزول بھی سنتے چلئے تاکہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ مسلمانوں کا باہمی اتفاق واتحاد دشمنانِ اسلام کی آنکھوں میں خار بنکر کھٹکتا ہے جس کو دور کرنے کے لئے وہ طرح طرح کے مکرو فریب اختیار کرتے ہیں چنانچہ تفسیر خزائن العرفان میں ہے۔ کہ اوس وخزرج کے قبیلوں میں پہلے بڑی عداوت تھی اور مدتوں اُن کے درمیان جنگ جاری رہی سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں ان قبیلوں کے لوگ اسلام لاکر باہم شیروشکر ہوئے ایک روز وہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے اُنس ومحبت کی باتیں کررہے تھے شاش ابن قیس یہودی جو بڑا دشمن اسلام تھا اس طرف سے گذرا۔ اوران کے باہمی روابط دیکھکر جل گیا اور کہنے لگا۔

"جب یہ لوگ آپس میں مل گئے تو ہمارا کیا ٹھکانا ہے۔ ایک جوان کو مقرر کیا کہ اُن کی مجلس میں بیٹھکر ان کی پچھلی لڑائیوں کا ذکر چھیڑے۔ اور اُس زمانے میں ایک قبیلہ جو اپنی مدح اور دوسروں کی حقارت کے اشعار لکھتا تھا وہ پڑھے۔ چنانچہ اُس (جوان) یہودی نے ایسا ہی کیا۔ اور اس کی شرانگیزی سے دونوں قبیلوں کے لوگ طیش میں آگئے اور ہتھیار اٹھالئے۔ اور قریب تھا کہ خونریزی ہوجائے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ خبر پاکر مہاجرین کے ساتھ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے جماعتِ اہلِ اسلام یہ کیا جاہلیت کے حرکات ہیں میں تمھارے درمیان ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اسلام کی عزت دی۔ اور جاہلیت کی بلا سے نجات دی۔ تمھارے درمیان اُلفت ومحبت ڈالی۔ تم پھر زمانہ کفر کی حالت کی طرف لوٹتے ہو۔ حضور کے ارشاد نے اُن کے دلوں پر اثر کیا اور انھوں نے سمجھا کہ یہ شیطان کا فریب اور دشمن کا مکر تھا۔ اُنھوں نے ہاتھوں سے ہتھیار پھینک دئے اور روتے ہوئے ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فرمانبردارانہ چلے آئے۔ اُن کے حق میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

بلکہ اِن دشمنان اسلام نے اسلامی ناموں پر ایسی جماعتیں قائم کررکھی ہیں جن کا دستور العمل مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے خوش کن اور دل پذیر اغراض ومقاصد سے لبریز ہوتا ہے مگر حقیقت میں اِن کا قیام صرف اِس لئے ہے کہ مسلمانوں میں سیاسی اور مذہبی اختلافات پیدا کئے جائیں۔ اور یہ دشمنانِ اسلام اِن جماعتوں پر ہزاروں اور لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپیہ صرف کرتے ہیں۔ جس کی تفصیل مع ثبوت (کتاب انگریزی ایجنٹ) میں ملاحظہ کیجئے۔ گذشتہ سال پاکستان میں صدرِ پاکستان ایوب خاں کے خلاف جو ہنگامہ برپا ہوا وہ انھیں جماعتوں کے ہاتھوں کرایا گیا تھا اور یہ صرف اس جرم میں کہ ایوب خاں نے اسلامی ممالک کو متحد کرنے کی کوشش کی اور اپنے

پیروں پر کھڑے ہونے کا مشورہ دیا۔ اور وہ بتمامہ تو نہیں مِن وجہٍ کامیاب بھی ہو گئے کہ سعودی عرب
ایران ترکی تینوں سلطنتیں متحد ہو گئیں۔ یہ چیز ان دشمنانِ اسلام کو شاش بن قیس یہودی کے اسی
مذکورۂ بالا نظریہ کے پیش نظر برداشت نہ ہو سکی کہ جب یہ لوگ آپس میں مل گئے تو ہمارا کیا ٹھکانا
کیونکہ ان کے اتحاد سے ہماری چودھراہٹ ختم ہو جائے گی۔

یہ امریکی خبر

حدیث کے بایں طور مخالف ہے کہ شمس و قمر آسمان کے اندر ہیں۔ جس کو ہم ماقبل میں قرآنی
ارشاد سے ثابت کر آئے۔ اور عبد اللہ ابن عمر اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم
نے فرمایا کہ شمس و قمر کی پشت زمین کی طرف ہے اور ان کا چہرہ اوپر کے آسمانوں کی جانب۔
(کشاف جلد ثالث صفحہ ۲۱۹) اور الحزب الاعظم کی شرح صفحہ ۲۴ میں بحوالہ شیخ التاویلات ہے۔

رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَوْ خَرَجَا سَاعَةً مِنْ فَلَكِهِمَا الْمَكْفُوفِ بِالْمَاءِ لَاحْتَرَقَ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ۔

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شمس و قمر اگر ایک گھڑی کے لئے اپنے فلک سے باہر نکل آئیں جو پانی سے روکا ہوا ہے تو کل مخلوق (زیرین) جل جائے۔

ان دونوں حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر پانی حائل نہ ہو تو آسمانِ اول سے نیچے کی مخلوق میں شمس و قمر
کی پشت کے انوار بھی برداشت کرنے کی طاقت نہیں باوجودیکہ زمین سے آسمانِ اوّل بہت دوری پر
واقع ہے جس کو حدیث میں پانچ سو برس کی مسافت سے تعبیر فرمایا گیا۔ جب اتنی طویل مسافت
پر ہوتے ہوئے پشت کے انوار کا یہ عالم کہ جلا کر خاکستر کر ڈالیں تو چہرے کے انوار کا کیا ٹھکانا۔ یہ کیسے
ممکن ہے کہ آدمی وہاں پہونچکر صحیح سالم رہے اور صحیح سالم واپس آجائے لہذا دشمنانِ اسلام
امریکیوں کی خبر مذکور وجوہ مسطورۂ بالا کے علاوہ ان حدیثوں کی رو سے بھی باطل ہے اور کسی مسلمان
کے نزدیک قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ البتہ بفحوائے (کند ہم جنس باہم جنس پرواز) دیوبندی مکتب
فکر اس خبر کی تصدیق و تائید میں جامہ سے باہر ہو کر اس قدر پیش پیش ہے کہ قرآنی آیات میں معنوی تحریف
کر ڈالی جس کی تفصیل ہم سے سنئے۔
اس سلسلہ میں اب تک ہماری نظر سے دو مضمون گذرے۔ ایک (الجمعیۃ ہفت روزہ ۲۲

جو صوفی ضمیر احمد صاحب جانشین اکبر وارثی مرحوم نے لاکر دیا۔ دوسرا رسالہ برہان دہلی بابت دسمبر ۱۹۶۹ء تا مارچ ۱۹۷۰ء) ہیں جس کے چار پرچے مدرسہ ہذا کے مہتمم جناب مولوی حافظ بھیا مظفر الدین صاحب نے ارسال فرمائے۔

الجمعیۃ کے مضمون نگار صاحب

نے سورۂ انشقاق کی آیت کریمہ (لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ) سے عام انسانوں کے آسمانوں پر چڑھنے کے معنے کو جملہ تفاسیر کے خلاف اپنی ذاتی رائے بلکہ اپنی غلط فہمی سے ثابت کیا ہے۔ وجہ یہ کہ (لترکبن) میں دو قراءت ایک بصیغۂ جمع۔ دوسری بصیغۂ واحد مخاطب۔ یہ دونوں سبعی ہیں۔ حاشیہ صاوی علی الجلالین جلد چہارم صفحہ ۲۵۶)

برتقدیر صیغۂ جمع

(طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ) کی تفسیر (حالاً بعد حالٍ) ہے اور یہ تفسیر عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرمائی ہے چنانچہ مذکورہ تفسیر بیان کرکے فرماتے ہیں (قَالَ هٰذا نبیکم) یہ تفسیر تمہارے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے بیان فرمائی (بخاری جلد دوم صفحہ ۷۳۶) اب معنی یہ ہوئے کہ اے انسانوں تم ضرور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوگے۔ یہ انتقال اپنے مفہوم کے اعتبار سے عام ہے کہ دنیوی اور اخروی دونوں انتقالات کو شامل۔ نظر براں دیگر اقوال منقولہ سب کے سب اسی کی تصویر اور اسی کا بیان ہیں۔ جداگانہ تفسیر نہیں۔ جیسے حضرت مکحول نے فرمایا کہ ہر بیس سال میں ایسے احوال پیش آئیں گے جو پہلے نہ تھے (مدارک جلد چہارم صفحہ ۲۵۷) حضرت عطا نے فرمایا کہ دنیا میں کبھی فقر کبھی غنا۔ حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ شیر خوارگی پھر اس کا انقطاع پھر قریب بلوغ پھر جوانی پھر بڑھاپا۔ اور خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ پیش آنے والے شدائد واہوال۔ موت۔ پھر زندہ ہونا۔ پھر حساب۔ (تفسیر مظہری جلد دہم صفحہ ۲۳)

برتقدیر صیغۂ واحد مخاطب لَتَرْكَبَنَّ

مخاطب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور (طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ) کی تفسیر (سماءً بعد سماءٍ)

کے ساتھ کمافی (المظہری) یا (طَبَقًا مِنْ طِبَاقِ السَّمَاءِ بَعْدَ طَبَقٍ) کیساتھ کمافی (المدارك) اسی پر مقصور ہے۔ دیگر احتمالات میں سے کسی پر نہیں۔ چونکہ واقعہ معراج سے پیشتر اس سورت کا نزول ہوا۔ نظر براں اس میں معراج کی بشارت ہوئی۔

الجمعیۃ کے مضمون نگار صاحب مذکور

اپنی کمال عقلمندی سے یا امریکہ نوازی کے جذبہ میں یہ سمجھ گئے کہ (طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ) کی تفسیر (سَمَاءً بَعْدَ سَمَاءٍ) کے ساتھ بر تقدیر صیغۂ جمع ہے۔ حالانکہ بر تقدیر صیغۂ جمع یہ تفسیر کسی نے نہیں فرمائی آپ نے اس سلسلے میں تفسیر کبیر اور تفسیر مظہری کی عبارتیں نقل کی ہیں۔ اور حسب دستور دیوبندی مکتبۂ فکر اُن میں قطع و برید سے کام لیا۔ چنانچہ تفسیر کبیر کی عبارت یوں نقل کی ہے (ان یکون ذلك لبشارة لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم بصعودہ الی السماء لمشاهدة ملکوتها والمعنی لترکبن یا محمد السماوات طبقًا عن طبق وقد قال تعالیٰ سبع سموات طباقا وقد فعل اللہ ذلك لیلة الاسراء وهذا الوجه روی عن ابن عباس وابن مسعود رض حالانکہ اس عبارت سے پیشتر (وثانیهما) ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس سے پیشتر ایک وجہ ذکر فرما چکے ہیں۔ اور وہ بلفظ احدهما ذکر فرمائی ہے۔ اور دونوں وجہ صیغۂ واحد کی قرارت پر ذکر فرمائی ہیں۔ چنانچہ فرمایا (اما القراءة بنصب الباء ففیها قولان (الاول) قول من قال انه خطاب مع محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلی هذا التقدیر ذکروا وجهین (احدهما) ان یکون ذلك بشارة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بالظفر والغلبة علی المشرکین والمکذبین بالبعث الخ اس کے بعد فرمایا (ثانیهما) ان یکون ذالك بشارة لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم بصعودہ الی السماء لمشاهدة ملکوتها واجلال الملائکة ایاہ فیها الخ)۔ تو یہ دونوں وجوہ صیغۂ واحد کی قرارت پر ذکر فرمائی ہیں۔ اور آپ اپنی خوش فہمی سے یا امریکہ نوازی کے جذبہ میں سمجھ گئے صیغۂ جمع پر۔ اسی طرح تفسیر مظہری کی عبارت یوں نقل فرمائی (خطابًا للنبی صلعم[1] قال الشعبی ومجاهد یعنی لترکبن یا محمد سماء بعد سماء وقال اللہ تعالیٰ وهو العزیز الغفور الذی خلق سبع سموات طباقا ففی هذہ الآیة بشارة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم رہ اور اس عبارت کا پہلا حصہ ساقط کر دیا۔ اور وہ یہ ہے (قرأ ابن کثیر وحمزة والکسائی بفتح الباء اما فلی صیغة المخاطب الواحد المذکر) جس سے آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب . . . بر تقدیر صیغۂ واحد مخاطب ہے

[1] تفسیر مظہری میں وہی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ نے صلعم لکھا ہے جو حرام ہے اور اس حرام کا ارتکاب [illegible] جمعیۃ علماء ہند کی سرپرستی میں جاری ہے۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔

نہ کہ بر تقدیر صیغۂ جمع ۔ تو یہ کتر بونت ایسی ہی ہوئی جیسے کسی نے کہا تھا قرآن شریف میں ہے ۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ ۔ کہ نماز کے قریب بھی نہ جاؤ ۔ فرق اتنا ہے کہ اس نے مابعد (وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی) کو ذکر نہ کیا اور آپ نے ماقبل کو ساقط کر دیا ۔ غرضکہ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر یا امریکہ نوازی کے جذبہ میں گرفتار ہو کر مفسرین بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر زبان طعن دراز کرتے ہوئے بکمال بیباکی فرماتے ہیں ۔

(حقیقت یہ ہے کہ مفسرین کی بیشتر تعداد کے مطابق اس آیت میں رکوب طبقات سے مراد آسمانی طبقات پر ایک کے بعد ایک پر چڑھنا ہے ۔ اب سوال یہ تھا کہ آسمانی طبقات پر چڑھنے کا یہ فعل کون انجام دیگا ۔ یہاں تقریباً تمام مفسرین اس فعل کا فاعل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتے ہیں ۔ مگر اس سے قطع نظر کہ سیاق کلام میں یہ ایک غیر متعلق سی بات ہے ایک بنیادی سوال یہ ہے کہ لَتَرْکَبُنَّ جمع کا صیغہ ہے پھر کس قرینہ کی بنا پر اس کا فاعل ایک فرد کو قرار دیا جائے گا ۔ جب کہ ایسا خطاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہو قرآن میں کہیں بھی جمع کے ساتھ نہیں آیا ۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں اگرچہ جمع کا صیغہ ہے (تم لوگ چڑھو گے مگر قدیم زمانہ میں چونکہ یہ ناقابل تصور تھا کہ عام انسان سماوی طبقات پر چڑھیں گے اس لئے جمع کا صیغہ ہونے کے باوجود اس کو ایک فرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا) استغفر اللہ ثم استغفر اللہ ۔ بریں عقل و دانش بباید گریست اور ستم بالائے ستم یہ کہ نشان دادہ جملہ ملعونہ سے حضرت عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر طعن ہو گیا کہ آیت کی ایک تفسیر نبوی رکوب طبقات سماوی کیسا تھ انھیں حضرات نے تو فرمائی ہے جس کو خود ان ذات شریف نے تفسیر کبیر کی عبارت منقولہ میں بیان کیا صحابۂ کرام کی تفسیر کے بارے میں یہ دریدہ دہنی کہ (سیاق کلام میں یہ ایک غیر متعلق سی بات ہے) ۔ پھر بیباکی اور بے ادبی میں ترقی کرتے ہوئے تفسیر کبیر اور تفسیر مظہری کی منقولہ عبارات بیان کر کے جن میں تفسیر مذکور پر بشارت معراج کا ذکر تھا تفسیر مذکور کی بایں طور تغلیط فرماتے ہیں ۔

(مگر جہاں تک سفر معراج کا سوال ہے وہ محض طبقات سماوی پر چڑھنا نہیں ۔ وہ اس سے بہت بلند سفر ہے جس کو ہم آسمانی طبقات پر رکوب کہہ سکیں ۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ نبوی رکوب طبقات سماوی کے ساتھ اس آیت کی تفسیر کرنا صحیح نہیں ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۔ مگر اس گستاخی کی ان سے کیا شکایت ۔ دیوبندی مکتبۂ فکر میں اوپر سے

ایسی ہی ہوتی چلی آئی ہے۔ یہ پھٹکار ہے اس بے ادبی کی جو اکابر دیوبند سے حقیقت آگاہ حضرت حاجی امداد اللہ شاہ قدس سرہٗ کی جناب میں صادر ہوئی تھی جس کو ہم نے لبشیر القاری لبشرح صحیح البخاری میں تفصیلاً بیان کردیا ہے۔

کم فہمی کا ثبوت بھی دیا صحابۂ کرام پر طعن بھی کیا۔ اُن کی بیان کردہ تفسیر کی تغلیط بھی کی۔ مگر کال پھر بھی نہ کٹا۔ کیونکہ مدعی تھا چاند پر جانا۔ اور روات شریف کے زعم باطل کی بنا پر آیت مذکورہ سے آسمان پر جانا ثابت ہو تو چاند پر پہنچنے کو مستلزم نہیں۔ لہذا چاند پر پہنچنے کے اثبات میں فرماتے ہیں۔

(قرآن میں ۲۷ مقامات پر قمر (چاند) کا ذکر آیا ہے کہیں بھی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ انسان چاند پر نہیں پہنچ سکتا) یہ تسلیم ہے مگر قرآن کریم میں کہیں ایسا لفظ بھی تو نہیں جس کا مطلب یہ ہو کہ انسان چاند پہنچ سکتا ہے اور عجب نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر آپ کس دلیل سے امریکہ والوں کے چاند پر پہنچ جانے کے قائل ہو گئے اور مسلمانوں کو باور کرا کے گمراہ فرما رہے ہیں۔ بیشک آپ کے پاس امریکہ والوں کے چاند پر پہنچنے کی کوئی دلیل نہیں۔ اگر ہو سکتی ہے تو صرف ایک دلیل وہ یہ کہ جس کا کھائیں گے اس کا گائیں گے۔

اس دلیل کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں البتہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اس کا جواب دیا ہے وہ یہ ہے کہ

اے طائر لاہوتی اوس رزق سے موت اچھی ۔۔۔ جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اور رسالہ برہان دہلی

کے مضمون نگار مولوی محمد شہاب الدین صاحب ندوی بنگلوری نے تو محسن شناسی کے جذبات میں غرقاب ہو کر وہ ناگفتنی کہہ ڈالی جس کے کہنے کی ابتدائے آفرینش سے آج تک کسی بد سے بدتر کافر کو بھی جرأت نہ ہوئی تھی۔ اور بکمال جسارت اُس کو قرآن کریم کی طرف منسوب کر ڈالا۔ بیشک سچ فرمایا ہے (حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ) کہ آدمی کو محبت اندھا اور بہرا کر ڈالتی ہے۔ مگر یہ ناگفتنی ایک طویل و عریض تمہید کے بعد فرمائی ہے جس کو پڑھکر اندازہ ہوتا تھا کہ آیندہ دلائل کے پہاڑ آئیں گے۔ لیکن جب مقام دلائل تک پہنچے تو بیساختہ زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا کہ۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ۔۔۔ جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

بلکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی یاد آگیا کہ

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباءکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸)

آخری زمانے میں دھوکے باز، جھوٹے ہوں گے تمہارے پاس ایسی باتیں لائیں گے جو نہ تم نے سنیں نہ تمہارے آباء نے تو تم اپنے آپکو ان سے دور رکھنا اور ان اپنے آپ سے وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور تمہیں فتنے میں نہ ڈالدیں۔

چنانچہ مولوی محمد شہاب الدین صاحب نے جو بات فرمائی وہ بھی اسی قسم کی ہے کہ اس سے پہلے مسلمانوں نے سنی نہ ان کے آباء واجداد نے بلکہ نہ کافروں نے نہ ان کے آباء واجداد نے حتی کہ کسی پاگل اور دیوانے کی بڑ میں بھی نہیں سنی گئی، ملاحظہ ہو۔ رسالہ برہان بابتہ ماہ جنوری ۱۹۷۰ء ص ۱۶ میں آیت کریمہ وسخر لکم الیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں۔

(تسخیر کے معنے ہیں۔ کام میں لگانا۔ تابع کرنا۔ مقرر کرنا وغیرہ اس لحاظ سے خود اللہ تعالےٰ نے اپنی تخلیق کردہ کائنات اور اس کی ہر چیز انسان کے قابو میں کردی ہے۔ چونکہ چاند اور دیگر سیارے بھی اسی کائنات کا ایک حصہ ہیں لہٰذا وہ بھی انسان کے قابو اور بس میں آجاتے ہیں۔ اس لئے انسان کا چاند پر پہونچ جانا کوئی اچنبھے کی بات یا خلاف قرآن نہیں ہوسکتا (مزید دلائل آگے آرہے ہیں) اھ

ناظرین۔ مولوی شہاب الدین صاحب ندوی کی وہ ناگفتنی یہی ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں واقع (تسخیر) کے معنے (بس میں کرنا) مراد لے کر چاند وسورج کو انسان کے قابو اور بس میں قرار دے رہے ہیں اور یہی باطل معنی کو چاند پر پہونچنے کی دلیل قرار دیا ہے۔ کیا کوئی جاہل سے جاہل بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ چاند وسورج انسان کے قابو میں ہیں۔ کسی چیز کے قابو میں کردینے کا مفہوم یہی ہوتا ہے کہ اس کو زیر تصرف کردینا۔ تو کیا چاند وسورج انسان کے زیر تصرف ہیں کیا اون کی حرکت انسان کے قابو میں ہے کہ جب چاہے حرکت سے روک دے یا جب چاہے اُن کی حرکت کو تیز یا سست کردے یا اُن کا کسوف وخسوف انسان کے قابو میں ہے یا اُن کا طلوع وغروب، جب یہ کچھ نہیں تو چاند وسورج کا انسان کے قابو میں کردینا کیا معنی رکھتا ہے۔

بقول ذات شریف اگر چاند وسورج انسان کے قابو میں ہیں تو رمضان وعید الفطر میں اختلاف کیوں ہوتا ہے (کہ ایک تاریخ میں کسی مقام پر چاند نظر آیا اور رمضان شروع ہوگیا۔ اور کسی مقام پر

نہیں۔ ایک تاریخ میں کسی مقام پر چاند نظر آیا اور عید الفطر ہو گئی اور کسی مقام پر نہیں۔ جہاں چاند نظر نہ آیا تھا وہاں کے قاضی صاحب چاند کو حکم فرما دیتے کہ طلوع ہو جا۔ وہ طلوع ہو جاتا کیونکہ چاند انسان کے قابو میں ہے۔ اور قاضی صاحب انسان ہیں۔ تو ہر مقام پر رمضان اور عید الفطر ایک ہی تاریخ میں ہوتے۔ یا آپ کے خیال شریف میں امریکہ والے ہی انسان ہیں اور چاند اُنہیں کے قابو میں کر دیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ذات شریف بھی افراد انسان سے خارج ہو جائے گی۔ کیونکہ آپ امریکن نہیں۔ ہندوستانی بنگلوری ہیں۔
دیکھا۔ امریکہ والوں کی خاطر قرآن کریم میں معنوی تحریف کرنے سے یہ گل کھلا کہ انسانیت بھی ہاتھ سے جاتی رہی۔

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را　　　　چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ناظرین۔ تیسرے پارے سورہ بقر شریف میں مناظرہ کا ذکر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نمرود کے درمیان ہوا تھا۔ نمرود کا دعویٰ خدائی آپ نے بایں دلیل باطل فرمایا (فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ) کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ آفتاب کو مشرق سے نکال کر مغرب میں ڈبوتا ہے۔ اگر تو خدا ہے تو مغرب سے نکال اور مشرق میں ڈبو۔ یہ سنکر کافر کے ہوش اڑ گئے۔

اس سے ثابت ہوا کہ انسان آفتاب میں یہ تصرف کرنے سے عاجز ہے کہ مغرب سے نکال کر مشرق میں ڈبوئے۔ کیونکہ دعوائے خدائی کے ثبوت میں وہی چیز طلب کیجا سکتی ہے کہ ممکن ہونیکے باوجود انسان اُس سے عاجز ہو۔ ورنہ خدا اور بندے میں فرق نہ رہیگا۔ اور جب انسان آفتاب میں یہ تصرف کرنے سے عاجز ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ آفتاب انسان کے قابو میں نہیں۔ لہٰذا آیت مذکورہ بالا میں تسخیر شمس کے معنی قابو میں کر دینا مراد لینا باطل ٹھہرے۔ اسی طرح تسخیر قمر سے یہ معنی مراد لینا باطل ہیں کیونکہ آیت مذکورہ بالا میں شمس کے ساتھ قمر کا ذکر بھی ہے اور دونوں ایک صیغۂ (سَخَّرَ) کے ماتحت ہیں۔ اور جب (سَخَّرَ) بلحاظ (الشَّمْس) قابو میں کر دینے کے معنی میں نہیں بلکہ مولوی محمد شہاب الدین صاحب ندوی کے بیان کردہ معانی میں سے مثلاً پہلے معنی میں ہے تو (سَخَّرَ) بلحاظ (الْقَمَر) بھی قابو میں کر دینے کے معنی میں نہیں ہو سکتا ورنہ استعمال واحد میں لفظ مشترک کا اپنے دو معنی میں مستعمل ہونا لازم آئیگا جو باطل ہے۔ یہ بات ایسی ظاہر ہے کہ عربی کے مبتدی طلبہ پر مخفی نہیں۔

ناظرین۔ مولوی محمد شہاب الدین صاحب ندوی نے قرآن کریم کے معنے میں تحریف کرکے چاند وسورج ہی کو انسان کے قابو میں کر دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جملہ مخلوقات کو انسان کے قابو میں قرار دیدیا چنانچہ فرماتے ہیں (اس لحاظ سے خود اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کردہ کائنات اور اُس کی ہر چیز انسان کے قابو کردی)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فرشتے مخلوق ہیں یا نہیں۔ اگر کہتے ہیں کہ مخلوق نہیں تو یہ کفر صریح ہوگا۔ کہ آیت کریمہ وَاللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ کا انکار ہے۔ اور اگر کہتے ہیں کہ فرشتے مخلوق ہیں تو تخلیق کردہ کائنات اور اُس کی ہر چیز میں) یہ بھی داخل۔ اور آپ کے زعم میں (تخلیق کردہ کائنات اور اسکی ہر چیز) انسان کے قابو میں کردی ہے تو فرشتے بھی انسان کے قابو میں ہوئے اور فرشتوں میں حضرت ملک الموت بھی ہیں تو وہ بھی انسان کے قابو میں ہوئے۔ جب حضرت ملک الموت انسان کے قابو میں ہوئے تو موت کا وقت مقررہ پر آنا ضروری نہ رہا ہر انسان اگر چاہے تو اپنی موت کے وقت مقررہ سے پہلے بھی مرسکتا ہے اور بعد میں بھی کیونکہ بقول آپ کے ملک الموت اُس کے قابو میں ہیں۔ اگر دنیوی کشمکش سے تنگ آگیا ہے تو وقت مقررہ سے پیشتر روح قبض کرالے۔ اور اگر حالات سازگار ہیں تو مزید لطف اندوز ہونے کے لئے وقت مقررہ سے قبض روح کو موخر کرادے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قبض روح کو ملتوی کراسکتا ہے کیونکہ بقول آپ کے ملک الموت اوس کے قابو میں ہیں۔ حالانکہ دانا و نادان شہری و دہقان سب جانتے ہیں کہ انسان سے موت نہ ٹل سکتی ہے نہ وقت مقررہ پر اوس کا تقدم ہوسکتا ہے نہ وقت مقررہ سے تاخر سورہ رحمٰن شریف میں ارشاد فرمایا۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ۔ کہ زمین پر جتنے ہیں سبکو فنا ہے۔ اور سورہ نحل شریف میں فرمایا فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ یعنی جب اونکی اجل آئیگی تو گھڑی بھر پیچھے ہٹ سکیں گے نہ آگے بڑھ سکیں گے۔

اور سنیئے

کراماً کاتبین بھی تو فرشتے ہیں تو بقول مولوی محمد شہاب الدین صاحب ندوی وہ بھی انسان کے قابو میں ہوئے۔ پھر تو مزے ہی مزے ہیں نہ اوامر الٰہی کے امتثال کی ضرورت نہ نواہی سے اجتناب کی زحمت دھڑلے سے بے خوف و خطر جی بھر کے عمر بھر حقوق اللہ اور حقوق عباد پامال کرتا رہے کہ نماز کے قریب جانے کی ضرورت نہ روزہ کے۔ نہ حج کے قریب پھٹکنے کی ضرورت نہ زکات کے تا زیست مے نوشی و بدکاری۔ دل سوزی و ستمگاری میں مشغول رہے۔ کہ کراماً کاتبین میں ایک صاحب

حسنات کو حکم دے کہ ہماری تمام سیاہ کاریاں خانہ حسنات میں درج کر دی جائیں۔ کل قیامت کے دن جب نامہ اعمال کھلے گا تو اوس میں حسنات ہی حسنات ہوں گے۔ لہذا ہر انسان بالخصوص آپ بلا تکلف جنت میں رونق افروز ہو جائیں گے۔ اور وہاں پہنچکر جھوم جھوم کر تحت اللفظ نہیں بلکہ ترنم کے ساتھ پڑھیں گے

رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

ناظرین۔ آپ نے دیکھا کہ مولوی محمد شہاب الدین صاحب کی تحریف کا نتیجہ یہ نکلا کہ ساری شریعت معطل ہو گئی۔ انبیاء رسل کا مبعوث ہونا بیکار ہو گیا۔ تف بریں مذہب ناپاک و بریں گندہ خیال۔ زیر بحث آیت اور اس جیسی دیگر آیات میں تسخیر کے معنی قابو میں کر دینا تسلیم کر لئے جائیں تو آپ کا یہ تعمیم فرمانا کہ (خود اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کردہ کائنات اور اس کی ہر چیز انسان کے قابو کر دی ہے) پھر بھی باطل ہے اور کسی آیت سے ثابت نہیں۔ آپ نے اپنے زعم میں اس تعمیم کو ثابت کرنے کے لئے زیر بحث آیت سے پیشتر سورہ جاثیہ شریف کی ایک آیت پیش فرمائی ہے جس کو ہم آپ کے ترجمہ کے ساتھ درج کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔

وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعاً منہ ان فی ذلک لآیٰت لقوم یتفکرون۔

اور اس نے تمھارے لئے اور آسمان میں موجود تمام چیزیں اپنی طرف سے تمھارے قبضے میں دے دی ہیں۔ یقیناً اس (تسخیر اشیاء کی حقیقت) میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے بہت سے دلائل موجود ہیں) اھ۔

آپ کے ترجمہ کے بموجب اس آیت سے اتنا ہی ثابت ہوا کہ زمین و آسمان میں موجودہ تمام چیزیں قبضے میں دیدی گئی ہیں اور وہ چیزیں اس سے خارج ہیں۔ جو موجود تو ہیں مگر زمین و آسمان میں نہیں جیسے عرش۔ کرسی۔ جنت کہ یہ سب نہ آسمان میں نہ زمین میں بلکہ ساتویں آسمان کے اوپر ہیں۔ اس آیت سے ان پر انسانی قبضہ ثابت نہ ہوا۔ پھر آپ نے اس آیت کو پیش کرکے یہ کیسے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کردہ کائنات اور اس کی ہر چیز انسان کے قابو میں کر دی ہے۔

ناظرین۔ آپ نے دیکھا کہ اس آیت میں تسخیر کے معنی باطل مراد لینے پر بھی مولوی شہاب الدین صاحب ندوی کا مدعائے باطل ثابت نہ ہو سکا۔ کسی مفسر نے یہ بیان نہیں کیا کہ زمین و آسمان میں موجود تمام چیزیں انسان کے قبضے میں دیدی گئی ہیں یا چاند و سورج کو انسان کے قابو میں کر دیا گیا ہے اور بیان بھی کیسے کرتے کہ یہ خلافِ واقعہ ہے کوئی پاگل بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ چاند و سورج انسان کے قابو میں ہیں یا زمین و آسمان میں موجودہ تمام چیزیں انسان کے قبضے میں کر دی گئی ہیں

اب دونوں آیات کریمہ کے صحیح معنی عربی قواعد کے پیش نظر ہم سے سنئے۔

تسخیر کے معنی

لغت عرب میں دو ہیں۔ ایک کسی کو بغیر اجرت کام میں لگا دینا۔ دوم کسی کو رام کر دینا۔ چنانچہ امام بیہقی علیہ الرحمۃ تاج المصادر صفحہ ۲۶ میں انہیں دو معنی پر اقتصار کرتے ہوئے۔ فرماتے ہیں۔ (التسخیر) کسی را کارے تکلیف کردن بے مزد۔ ورام کردن۔ یعنی کسی کو بے اجرت کام میں لگا دینا۔ اور کسی کو رام کر دینا۔ فارسی میں لفظ (رام) کے معنی ہیں۔ مطیع فرمانبردار۔ اسی واسطے (رام کردن) کی دو تعبیریں ہو گئیں۔ بلحاظ (مطیع) قابو میں کر دینا۔ اور بلحاظ (فرمانبردار) تابع کر دینا جب یہ لفظ دو معنی میں مشترک ہوا تو ہر معنی مراد لینے کے لئے قرینہ لازم، چنانچہ قرآن کریم میں لفظ (تسخیر) ان دونوں معنی میں بقرینہ مستعمل ہوا ہے۔ سورۂ زخرف شریف میں ہے۔

سُبۡحَانَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقۡرِنِیۡنَ۔ (پاک ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے بوتہ کی نہ تھی۔)

اس آیت میں (تسخیر) قابو میں کر دینے کے معنی میں ہے۔ اور ماکنا لہ مقرنین۔ اس پر قرینہ ہے۔ یہ وہ دعاء ہے جو سواری پر بیٹھکر پڑھی جاتی ہے۔ سورہ ص شریف میں حضرت داود علیہ السلام کے حق میں فرمایا۔

انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق۔ بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ مسخر (تابع) کر دئے کہ تسبیح کرتے (حضرت داود علیہ السلام کی تسبیح کیساتھ) شام کو اور سورج چمکتے

یہاں پر (تسخیر) تابع کر دینے کے معنی میں ہے اور مراد یہ کہ پہاڑ تسبیح کرنے میں تابع تھے کہ جب حضرت داود علیہ السلام تسبیح فرماتے پہاڑ بھی تسبیح کرتے تو (معہ) اس پر قرینہ ہوا۔ اور آپکی نقل کردہ ہر دو آیات میں (تسخیر) بمعنی (کام میں لگا دینا) ہے باین قرینہ کہ دوسرے معنی خلاف واقع ہیں۔ تو یہ مراد لینے سے خبر الٰہی کا کذب لازم آئے گا جو محال ہے۔ اسی واسطے آپ کی پیش کردہ ہر دو آیات کے شروع ہیں۔

واقع (لکم) کا لام (سخر) کا وہ صلہ نہیں جو (مسخر لہ) میں ہے جس کے معنی ہیں وہ شخص جس کے قابو میں کوئی چیز کر دی گئی۔ بلکہ یہ (لام) بمعنی نفع ہے جس کی طرف مفسرین

کرام نے بالفاظ مختلف اشارہ فرمایا چنانچہ مخدوم شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی قدس سرہٗ اپنی تفسیر (قران القرآن) میں اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں۔ وَسَخَّرَ لَکُمْ لمنافعکم اور سورہ نحل شریف کی مذکورہ آیت کے تحت فرمایا (سخر لکم) ای لمنافعکم اھ تفسیر بیضاوی جلد دوم ص۲۴۲ میں زیر آیت سورہ جاثیہ شریف صورت تسخیر بیان کرتے ہوئے یوں فرمایا (وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا) بان خلقہا نافعۃ لکم۔ اھ اور زیر آیت سورہ نحل شریف یوں فرمایا (وسخر لکم اللیل والنھار والشمس والقمر والنجوم) بان ھیاھا لمنافعکم اھ ان دونوں تفسیروں ربانیہ کا تصویہ ہے نظر براں تسخیر ما فی السموات وما فی الارض کی صورت یہ ہوئی کہ اُن کو تمھارے نفع کے لئے پیدا فرمایا ہے اور تسخیر شمس و قمر کی صورت یہ ہے کہ اون کو تمھارے منافع کیلئے مقرر فرمایا ہے نہ یہ کہ تمھارے قبضے میں دیدیا ہے یا تمھارے قابو میں کردیا ہے جیسے کہ مولوی محمد شہاب الدین صاحب ندوی نے امریکی مشن سے متاثر ہو کر فرمایا۔ الحاصل۔ بشہادت ہر دو تفسیر جب ثابت ہوا (لکم) میں لام برائے افادہ معنی نفع ہے تو سورہ جاثیہ شریف کی آیت کریمہ کا ترجمہ تسخیر کے معنے موضوع لہ کے اعتبار سے یہ ہوا۔

وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض	اور تمھارے نفع کیلئے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور
جمیعا منہ ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون۔	کچھ زمین میں اپنے حکم سے بیشک اس میں نشانیاں ہیں سوچنے والوں

اور سورہ نحل شریف کی آیت کریمہ کا ترجمہ یہ۔

وَسَخَّرَ لَکُمُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ وَالشَّمْسَ	اور اُسنے تمھارے نفع کیلئے کام میں لگایا رات دن کو شمس
وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِہٖ	و قمر کو اور ستارے اوس کے حکم سے کام میں لگائے ہوئے ہیں
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَاتٍ لِّقَوْمٍ	بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقلمندوں
یعقلون۔	کے لئے۔

قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ کی تصویر اور اس ترجمہ میں تخالف نہیں۔ دونوں مآلاً ایک ہیں۔ فتامل ولا تزل اب بحمدہ تعالیٰ۔

اظھر من الشمس اور ابین من الامس ہوگیا کہ تسخیر شمس و قمر سے یہ مراد ہرگز نہیں ہوسکتی کہ وہ انسان کے قبضے یا قابو میں کردئے گئے ہیں پس اس مراد کو قرآن کریم کی طرف منسوب کرنا قرآن کریم پر ناپاک افترا ہے۔ بلکہ تسخیر شمس و قمر یا تسخیر لیل و نہار کے معنی ہیں کہ اُن کو ایسے کاموں

میں لگا دیا گیا ہے جن سے انسان کے منافع وابستہ ہیں۔ جیسے شمس و قمر کو طلوع و غروب میں اور لیل و نہار کو آمد و رفت میں۔ اسی طرح تسخیر ملائکہ سے بھی یہی مراد ہے کہ انسانی منافع کے پیش نظر وہ مختلف خدمات پر مامور کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً بعض انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خدمات میں وحی لانے پر۔ بعض پانی برسانے پر۔ بعض ہوا چلانے پر۔ بعض ماں کے پیٹ میں بچہ کی صورت بنانے پر۔ بعض مجمع ذاکرین میں حاضر ہونے پر۔ بعض نامہ اعمال لکھنے پر۔ بعض اموات سے سوال کرنے پر جن کو منکر نکیر کہتے ہیں۔ اور بعض بارگاہ رسالت میں مسلمانوں کا ہدیہ درود پیش کرنے پر۔

موجودہ دور

اس قدر بھیانک ہے کہ الامان۔ الحفیظ قرآنی تحریف پر مشتمل مضامین اخبار ملاپ میں نہیں بلکہ اخبار۔ الجمعیۃ میں شائع ہو رہے ہیں جو جمعیۃ علمائے ہند کی سرپرستی میں نکلتا ہے رسالہ برہان میں شائع ہو رہے ہیں جو ندوۃ المصنفین کی نگرانی میں نکلتا ہے۔ سچ ہے۔

اذا کان الغراب دلیل قوم سیھدیھم طریق الھالکینا

مذہب کے حق میں نہ زبان پر کنٹرول نہ قلم پر۔ رطب و یابس مضامین کی اردو کتابیں جن کا مبلغ علم ہے۔ وہ حدیث و قرآن کے مطالب اپنی فاسد رائے سے بیان کرنے میں پیش پیش ہیں۔ حصول دنیا کی خاطر۔ مذہب اور اہل مذہب کی تخریب ان کا مشغلہ ہے۔ نہ خوف خدا نہ شرم نبی۔ کیونکہ دل میں یہ بسی۔ اب تو آرام سے گذرتی ہے۔ آخرت کی خبر خدا جانے۔ لہٰذا اے برادران اسلام ہوشیار رہو اور ایسے اخبارات اور ایسے رسائل سے اجتناب کرو ورنہ دولت ایمان ہاتھ سے کھو بیٹھو گے۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے — سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یہ وہ چور بلا کے ہیں — تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

جواب سوال دوم

یہ حدیث طویل و جلیل ترمذی شریف جلد دوم ص ۱۶۷ پر ابواب التفسیر میں زیر سورہ حدید شریف

امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی ہے۔ بخوفِ طوالت ہم
اُس کے ترجمۂ حاصل پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرماتے تھے کہ اچانک اُن پر ایک ابر نمودار ہوا۔ آپ نے
صحابہ کرام کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا۔ جانتے ہو یہ کیا ہے۔ صحابہ نے عرض کی۔ اللہ ورسولہ اعلم
کہ اللہ و رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ابر ہے زمین کو سیراب کرنے کے لئے پانی اوٹھائے ہوئے۔
اللہ تعالیٰ اس کو ایسی قوم کی طرف بھیج رہا ہے جو نہ اُس کا شکر کرتی ہے نہ اُسکی عبادت (کیونکہ وہ ہر
وہ ہر نیک وبد کا رزاق ہے) پھر فرمایا۔ جانتے ہو تمھارے اوپر کیا ہے۔ اُنہوں نے عرض کی اللہ
ورسولہ اعلم۔ آپ نے فرمایا۔ اس کو یعنی آسمان اول کو (رقیع) کہتے ہیں۔ چھت ہے
جو گرنے سے محفوظ۔ اور پانی کی موج ہے روکی ہوئی۔ پھر فرمایا۔ جانتے ہو تم میں اور اس میں کتنا فاصلہ
ہے۔ صحابہ نے عرض کی۔ اللہ ورسولہ اعلم آپ نے فرمایا تم میں اور اس میں پانچ سو برس کا
فاصلہ ہے۔ پھر فرمایا۔ جانتے ہو اس سے اوپر کیا ہے صحابہ نے عرض کی۔ اللہ ورسولہ اعلم۔
آپ نے ...... اُس کے اوپر چھ آسمان بتائے۔ ہر دو آسمان کے درمیان پانچسو برس کا فاصلہ
پھر فرمایا۔ جانتے ہو ان کے اوپر کیا ہے۔ صحابہ نے عرض کی اللہ ورسولہ اعلم۔ آپ نے فرمایا،
ان کے اوپر عرش ہے۔ اور وہ بھی ساتویں آسمان سے اتنی ہی فاصلہ پر پھر فرمایا۔ جانتے ہو تمھارے
نیچے کیا ہے۔ صحابہ نے عرض کی۔ اللہ ورسولہ اعلم۔ آپ نے فرمایا۔ زمین ہے۔ پھر فرمایا۔
جانتے ہو اُس کے نیچے کیا ہے صحابہ نے عرض کی۔ اللہ ورسولہ اعلم۔ آپ نے فرمایا۔ اس کے
نیچے دوسری زمین ہے۔ اس زمین اور اُس کے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ۔ یہاں تک کہ
آپ نے کل سات زمین بیان فرمائیں۔ ہر دو کے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ پھر فرمایا۔
وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّکُمْ دَلَّیْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَی الْاَرْضِ السُّفْلٰی لَھَبَطَ عَلَی اللہِ۔ یعنی قسم ہے اُس
ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اگر تم کوئی رسی ارض سفلی کی طرف چھوڑو تو وہ اللہ
ہی کی سلطنت میں پہنچے گی۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ
وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ کہ وہی اول ہے۔ وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن۔ وہی سب کچھ جانتا ہے۔
اقول۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ضعیف نہیں۔ چونکہ اس کی سند میں مرکز الاولیا مرجع الاصفیا
حضرت امام حسن بصری قدس سرہ القوی ہیں جنھوں نے اس کو حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا ہے۔ نظر براں امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے محدثین کرام کا اس پر یہ کلام نقل کیا کہ

حضرت امام حسن بصری قدس سرہ القوی کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع حاصل نہیں۔
لہٰذا یہ حدیث منقطع ہوئی اور احناف کے نزدیک انقطاع موجب ضعف نہیں۔ فتاویٰ رضویہ
جلد دوم ص۲۹۲ اور ص۲۹۳ میں ہے۔

(اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔ ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء
کے نزدیک تو انقطاع سے صحت وحجت میں کچھ خلل نہیں آتا۔ امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام
فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔ ضعف بالانقطاع وھو عندنا کالارسال بعد عدالۃ
الرواۃ وثقتھم لا یضر۔ امام امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں لا یضر ذلک فان المنقطع کالمرسل فی قبولہ
من الثقات۔ مولانا قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں قال ابو داؤد ھذا مرسل ای نوع مرسل وھو المنقطع لکن
المرسل حجۃ عندنا وعند الجمہور ۱ھ اور یہ انقطاع حضرت امام حسن بصری قدس سرہ القوی سے
واقع ہوا جو نہ صرف ثقہ بلکہ ثقہ گر ہیں اس کے بعد۔ زیر سورۃ الحاقہ ص۱۷۱ پر امام ترمذی علیہ الرحمۃ
نے ایک حدیث حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کر کے ذکر فرمائی ہے اس میں زمین
و آسمان اور ہر دو آسمان کا درمیانی فاصلہ بشک راوی اکہتر یا بہتر یا تہتر سال بتایا گیا ہے۔
اس اختلاف فاصلہ کی بنا پر حدیث کو مضطرب المتن کہنا درست نہیں کیونکہ حدیث مضطرب
از قسم ضعیف ہے اور امام ترمذی علیہ الرحمۃ اس کو حسن فرما رہے ہیں۔ اضطراب متن بصورت
وحدت متن ہوتا ہے۔ اور یہاں متن دو ہیں۔ علمائے کرام نے اس اختلاف کو دو طرح دفع
فرمایا اوّل یہ کہ اکہتر یا بہتر یا تہتر سال سے مراد کثرت ہے۔ تحدید مراد نہیں کما فی مجمع البحار
تو اس حدیث کا عدد اول کے مخالف نہ رہا۔ دوم یہ کہ دونوں حدیثوں میں عدد مذکور سے مراد
کثرت ہے اور عدد معین سے کثرت مراد لینا عرب کی طرح عجم میں بھی شائع ہے جیسے

تم سلامت رہو ہزار برس — ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

اہل ذوق پر مخفی نہیں کہ شاعر کی مراد کثرت ہے نہ تحدید یا اختلاف عدد اختلاف
رفتار کے پیش نظر ہے کہ ایک رفتار سے فاصلہ مذکورہ پانچسو سال کی مسافت ہے اور دوسری
تیز رفتار سے اکہتر بہتر یا تہتر سال۔ کما فی التفسیر المظہری جلد اوّل ص۴۸ جیسے ایک حدیث
میں فرمایا کہ نماز باجماعت نماز منفرد سے پچیس درجہ زیادہ ہے اور دوسری حدیث میں فرمایا
ستائیس درجہ زیادہ ہے۔ یہ اختلاف خشوع وخضوع کے کم و بیش ہونے پر مبنی ہے کہ اگر
خشوع وخضوع کم تو پچیس درجہ اور زیادہ ہو تو ستائیس درجہ۔

جواب سوال سوم

حاشیہ الصاوی جلد چہارم صـــ ۲۸۳ میں ہے کہ آسمان دنیا پانی کی موج مکفوف ہے اور دوم سفید سنگ مرمر کا۔ سوم لوہے کا۔ چہارم تانبے کا۔ پنجم چاندی کا۔ ششم سونے کا۔ ہفتم سرخ یاقوت کا۔ اور کرسی سفید یاقوت کی۔ اور عرش سرخ یاقوت کا۔ اور آسمانوں کے دروازے سونے کے اور اون کے تالے نور کے۔ اور اُن کی کنجیاں اسم اعظم۔ اور حزب اعظم کی شرح کے صفحہ مذکور میں ہے کہ ہر آسمان کا دل بمقدار مسافت پانصد سال۔

واللہ تعالے اعلم

کتبہ

فقیر سید غلام جیلانی صدر المدرسین مدرسہ اسلامی عربی اندرکوٹ

(میرٹھ)